DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 01,(June 2023): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i01.287

ڈاکٹر محمد حامد
صدرِ شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج زروبی، صوابی
ڈاکٹر سلمٰی اسلم
لیکچرار اردو، ہوم اکنامکس کالج، جامعہ پشاور

اردو تحقیق میں 'نمونہ بندی' کی تکنیک کا استعمال: ایک جائزہ

Dr. Muhammad Hamid
Head Department of Urdu, Govt. College Zarobi, Sawabi.
Dr. Salma Aslam
Lecturer Urdu, Govt. Home Economics College, University of Peshawar.

Use of 'Sampling' Technique in Urdu Research: An Analysis

ABSTRACT

Sampling is an important technique used in the modern research in social sciences. The technique covers a large kinds of research with ease. Its main kinds are probability and non-probability sampling, and both are used in research to draw reliable and trustworthy results. Sampling is used in literary and historical research too. The sub-techniques of non-probability sampling like purposive sampling, convenience sampling, judgement sampling have been used in Urdu research, but no researcher uses the term 'sampling' in their research report. Several researchers clearly describe their research methodology in dissertations, still they do not mention sampling, despite the use of it in the research. A good hand on the use of sampling is need of the modern research, so it should be included in the curriculum of research methodology in universities. This article is based on the study of 50 theses, which secured through systematic random sampling. The findings have been drawn from the samples and applied on the whole types. Conclusion has been presented based on findings.

Keywords: *Research Methodology, Sampling, Probability Sampling, Non-Probability Sampling, Purposive Sampling, Convenience Sampling, Judgement Sampling.*

جدید دور تحقیق کا دور ہے۔ سیارہ زمین پر زندگی روز بروز تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ ہر شعبۂ علم مسلسل ترقی و ارتقا کی جانب گامزن ہے۔ نت نئی ایجادات سامنے آ رہی ہیں۔ زمین و کائنات کا ہر ہر گوشہ کھنگالا جا رہا ہے۔ آفاق کے علاوہ انُفس کی دنیا میں بھی دریافتیں کی جا رہی ہیں۔ انسانی عقل و شعور کے ڈانڈے افلاک سے ملتے جا رہے ہیں۔

Received: 11th Feb, 2023 | Accepted: 5th June, 2023 | Available Online: 30th June, 2023

DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work *is licensed under a* **Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)**

کائنات کی وسعتیں انسانی تگ و تاز کی زد میں ہیں تو انسانی اندرون کی گہرائیاں بھی اس کی دسترس سے دور نہیں رہیں۔ سائنس اور سائنسی منہاج (Scientific Method) نے علم اور تلاش کے طریقوں میں معروضیت اور تجربیت کی خوبیاں پیدا کیں۔ اب فطرت کا ہر مظہر بار بار کھوج اور تلاش کے مراحل سے گزارا جارہا ہے اور نئی معلومات اور مفاہیم کے در وا کیے جا رہے ہیں۔ اب کوئی بھی شعبہ شجرِ ممنوعہ نہیں رہا۔ تجربیت اور معروضیت کا اطلاق ہر مبحث اور مظہر پر کیا جارہا ہے اور قابلِ توثیق نتائج حاصل کیے جا رہے ہیں۔

تحقیق کا یہ انداز و طریق صرف سائنس و ٹیکنالوجی تک محدود نہیں رہا۔ سماجی علوم بھی سائنسی طریقے کی زد میں آ رہے ہیں۔ یہاں بھی توثیق و اعادہ کو اہمیت دی جارہی ہے۔ ادبی تحقیقات بھی ان تبدیلیوں سے دور نہیں رہ سکتیں۔ ادب میں بھی نئے مباحث اٹھائے جارہے ہیں اور تحقیق کے جدید طریقوں کا استعمال رواج پا رہا ہے۔ موضوعیت، اندازہ، قیاس، تاثر و وجدان کو چھوڑا جارہا ہے اور تجربیت و عملیت کو اہمیت دی جارہی ہے۔ڈاکٹر عطش درانی کے الفاظ میں:

> تحقیق کا طریقِ کار بڑا منظم ہوتا ہے۔ محقق کی نگاہ ان تمام تحقیقات پر ہوتی ہے جو اس وقت تک اس شعبے (موضوع) میں ہو چکی ہوں۔ (یعنی اس کا ڈیزائن واضح ہوتا ہے)۔ اسے صحیح طور پر علم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز کہاں سے ہوگا، اس کی منزل کیا ہے، اور سارے سفر میں وہ کون سا موزوں طریقِ کار اختیار کرے کہ اپنی منزل تک پہنچ سکے؟ اس مقصد کے لیے وہ موزوں ذرائع، درست مشاہدات اور قابلِ اعتماد آلاتِ تحقیق استعمال کرتا ہے۔[1]

بجاکہ تنقید و تخلیق میں موضوعیت، وجدان و تاثر سے مفر ممکن نہیں، لیکن تحقیق میں اگر یہ عناصر آ جائیں تو تحقیق کے نتائج ناقابلِ توثیق اور محض ذاتی بن جاتے ہیں جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

دورِ موجود میں جامعات قابلِ اعتماد تحقیق کے کارخانے ہیں جہاں اقوام و ممالک کی ترقی و کامیابی کے منصوبے تیار کیے جاتے ہیں۔ جامعات اپنے معاشروں کو ایک طرف سائنسی ایجادات دے رہی ہیں جس سے ان کی جسمانی سہولتیں بڑھ رہی ہیں۔ دوسری طرف سماجی علوم و رویوں کی تحقیقات انسان کی شعوری اور جذباتی خصائص میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر رہی ہیں۔ سماجی علوم میں ایک توانا اور مؤثر شعبہ ادب کا بھی ہے جو انسانی معاشرے کی عکاسی کرکے خوب تر معاشرے کے قیام کے لیے فضا سازی کرتا ہے۔ ادبیات کے شعبوں کی تحقیقات نہ صرف ادب اور انسان کے تعلق کو واضح کرتی ہیں بلکہ ان کے ایک دوسرے پر اثرات اور ادب کی اثر پذیری و تاثیر پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔

پاکستانی جامعات میں بھی ادبیات کے شعبے تحقیقات کروا رہے ہیں۔ ان تحقیقات کی بنیاد پر تحقیق کاروں کو ایم فِل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں جاری کی جا رہی ہیں۔ لیکن ان تحقیقی کاموں کی اہمیت، وقعت اور تاثیر کا انحصار اس بات پر ہے کہ ان کے نتائج کس حد تک قابلِ اعتماد اور قابلِ توثیق ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ تحقیق کی بنیاد اگر قیاسات، اندازوں یا تاثر پر ہو تو اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق کے نتائج تبھی قابلِ اعتماد قرار دیے جاتے ہیں جب اس میں سائنسی طریقِ کار استعمال کیا گیا ہو اور اس کا ہر قدم کھلا، واضح اور درست ہو۔

پاکستان میں اردو ادبی و لسانی تحقیق ملک کے وجود میں آنے سے پہلے سے جاری ہے۔ جس طرح باقی دنیا میں تحقیق کے طریقوں میں تبدیلیاں آتی رہیں، پاکستان میں بھی ان تبدیلیوں کا خیر مقدم کیا گیا۔ تحقیقی طریقِ کار پر اردو تحقیق کاروں اور اساتذہ کے متعدد مقالات سامنے آئے جن میں تحقیق کے عمل کو زیادہ بامعنی اور قابلِ اعتماد بنانے پر توجہ دی گئی۔ اس موضوع پر ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر عطش درانی کی تصانیف خصوصی حوالے کے قابل ہیں جن کے ذریعے اردو تحقیق کاروں کو منظم اور سائنسی طریق پر تحقیق کے طریقوں سے روشناس کرانے کی کوشش کی گئی۔ اردو زبان و ادب میں تحقیقی طریقِ کار سمجھانے کے لیے گیان چند کی تحقیق کا فن، تبسم کاشمیری کی "ادبی تحقیق کے اصول" اور ایم سلطانہ بخش کی مرتبہ کتاب "اردو میں اصولِ تحقیق" بطور خاص مقبولیت رکھتے ہیں۔ عطش درانی کی کتب سائنسی طرزِ تحقیق پر زیادہ توجہ دلاتی ہیں لیکن جامعات کے شعبہ ہائے اردو میں ان کی کتب بوجوہ زیادہ پذیرائی حاصل نہیں کر سکیں۔ اردو تحقیق کاروں کو معروضی و سائنسی اندازِ تحقیق کی طرف راغب کرنے کے لیے ان کی تصنیفات و تالیفات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

زیرِ نظر مقالے کی تیاری میں تحقیق کا فن (۲۰۰۲ء)، اصولِ ادبی تحقیق (۲۰۱۱ء)، لسانی و ادبی تحقیق (۲۰۱۶ء)، اردو تحقیق (۲۰۰۳ء)، اردو میں اصولِ تحقیق (۲۰۱۲ء)، اصولِ تحقیق (۲۰۱۵ء)، ادبی تحقیق کے اصول (۲۰۲۰ء)، تحقیق و تدوین کا طریقہ کار (۲۰۱۲ء) و دیگر کتب سے مدد لی گئی ہے۔ یہ کتب اردو میں تدریسِ تحقیق کی بنیادی کتب ہیں اور ان میں تاریخی و دستاویزی تحقیق کے علاوہ بیانیہ تحقیق کے طریقِ کار پر بھی اچھی خاصی روشنی ڈالی گئی ہے۔ چونکہ اردو تحقیق کا زیادہ رجحان تاریخی / دستاویزی تحقیق کی طرف ہے اس لیے ان کتب میں بھی اسی پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ اردو تحقیق کی روایت میں جن بزرگوں کی کاوشیں نقشِ اولین پیش کرتی ہیں وہ تحقیق کے میدان میں اپنی طبیعت اور میلان کی وجہ سے داخل ہوئے تھے۔ وہ تحقیق کے لیے باضابطہ تربیت یافتہ نہیں تھے لیکن پھر بھی ان کی تحقیقات اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ اب چونکہ دنیا کا منظر نامہ بدل رہا ہے اور ہر چیز کو خاص اصول و ضوابط کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ اسی طرح تحقیق کو بھی ایک علمی ڈسپلن کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ "اب دنیا کسی تحقیق کو صرف اس وقت تحقیق مانتی ہے جب وہ کسی تحقیقی طریقے اور ڈیزائن کے مطابق معروضی ہو۔ اگر تحقیقی اصولوں کے بغیر کوئی مقالہ

پیش کیا جائے گا تو وہ خواہ کتنا ہی بڑے علمی مقام کا حامل ہو، تحقیق قرار نہیں پا سکتا"۔(۲) اس لیے اب محقق کو تحقیق کے میدان میں اتارنے سے پہلے اصول و ضوابط کے علم اور عملی تربیت کے مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ لیکن اگر اردو تحقیق کے ذخیرے پر نظر ڈالی جائے تو اس میں اب بھی روایتی انداز حاوی نظر آتا ہے۔ چونکہ اس میں بہتری کی خاصی گنجائش بھی موجود ہے اور وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگی بھی ضروری ہے، اس لیے اس میں تبدیلی و بہتری لابُدی ہے۔ اردو تحقیق کی موجودہ صورتِ حال پر ڈاکٹر ناصر عباس نیّر کے یہ الفاظ صحیح دلالت کرتے ہیں:

> اِس وقت اردو میں تحقیق کا جو مفہوم رائج یا تحقیق کے جو پیراڈائم کارفرما ہیں، یہ عمرانی، ثقافتی اور فلسفیانہ سوالات کی دستک تک سننے کے روادار نہیں۔ دوسرے لفظوں میں "رائج اردو تحقیق" اپنے حال میں مست ہے۔ یہ کیفیت 'اپنی نظر' سے یا کسی دوسرے کی نظر سے، خود کو آنکنے اور خود آگاہ ہونے کے عمل سے سرد مہری کی حد تک لاتعلق ہوتی ہے۔۔۔ اردو تحقیق اپنے پیراڈائم سے جتنا گہرا اطمینان محسوس کرتی ہے، دوسرے علوم کے پیراڈائم سے اُتنی ہی بے نیازی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ تبدیلی و انحراف کی خواہش کی جگہ اٹوٹ وابستگی اور غیر مشروط مصالحت کی آرزو، اردو تحقیق میں عام ہوئی ہے۔ اگر کہیں تبدیلی و انحراف کا شائبہ محسوس ہوتا بھی ہے تو وہ اردو تحقیق کی 'نظر' یا پیراڈائم کے اندر ہی پانی کے بلبلے کی طرح نمودار ہوتا اور گم ہو جاتا ہے۔(۳)

تحقیق اپنا اعتبار تبھی قائم کر پاتی ہے جب اس کا ہر عمل اور ہر قدم منظم، واضح، مربوط اور معروضی ہو۔ ادبی تحقیق میں ریاضیاتی معروضیت ممکن نہیں لیکن اس کے طریقِ کار کی تنظیم اور وضاحت ممکن ہے۔ ضروری ہے کہ محقق کو اپنا طریق معلوم ہو اور اس کا ہر قدم مربوط انداز میں آگے بڑھے۔ الل ٹپ طریقے کو تحقیق نہیں کہا جا سکتا جو محقق کو جہاں پہنچا دے وہ اسی کو منزل کا نام دے۔ ڈاکٹر عطش درانی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> تحقیق (Research) صرف سائنٹفک طریقے پر انجام دی جاتی ہے۔۔۔ اگر اردو والوں کو اپنی تحقیق کو اس ڈسپلن کی سطح پر منوانا ہے تو پھر اسی ڈسپلن کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے اور ثابت کرنا ہو گا کہ وہ بھی زبان کے لیے تجربہ گاہ استعمال کرتے ہیں خواہ وہ سماجیانہ (Socio) ہو یا نفسیانہ (Psycho)، عملی / اقدامی ہو یا رجحاناتی بیانیہ (Aptitudes Descriptive)، نیز ان کا تحقیقی ڈیزائن متغیرات (Variables) کا تقابلی مطالعہ کرتا ہے اس لیے وہ کسی بھی سائنسی تحقیق

کے ہم پلہ (At par) ہیں۔ ان کا تحقیقی طریقہ (Research Method) واضح اور ٹھوس ہو گا۔ (۴)

اس طرزِ عمل کو سمجھنے کے لیے تحقیق کاروں کو تحقیق کے طریقے باقاعدہ طور پر پڑھانے چاہئیں اور ان سے مشق کروانی چاہیے تاکہ ان کی تحقیق واقعی تحقیق ثابت ہو، صرف ڈگری حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں۔ اگر تحقیق کا فن اور طریق صحیح طور پر سمجھانہ گیا تو تحقیق کے نام پر قوم و ملک کی افرادی قوت بھی ضائع ہو گی اور دیگر وسائل بھی۔ اردو کے موجودہ تحقیقی ذخیرے کو دیکھ کر حالات زیادہ حوصلہ افزا معلوم نہیں ہوتے۔ ان حالات پر ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی رائے ہے:

> میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اردو کے بیشتر محققین یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کن اصولوں کے مطابق کام کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جدید دور کی تحقیق میں اولیت تحقیق کے رہنما اصولوں کو دی جاتی ہے۔ (۵)

یہ ایک لابدی حقیقت ہے کہ دورانِ تحقیق جن اصولوں کی پیروی کی گئی ہو وہ معلوم و واضح ہوں۔ یعنی محقق کو اپنے تحقیقی ڈیزائن اور طریقِ کار کا علم ہو، اور بہتر یہ ہے کہ وہ اسے اپنی رپورٹ میں کھل کر بیان بھی کر دے۔ اس کے لیے مناسب طریقِ کار یہ ہے کہ مقالے کے شروع کے باب میں "طریقِ تحقیق" کے نام کا جُز شامل کیا جائے تاکہ پڑھنے اور پرکھنے والے کو محقق کے انداز و آلات سے بخوبی واقفیت حاصل ہو جائے اور اسی کی بنیاد پر تحقیق کی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے۔ (۶)

موضوع و مسئلے کا تعارف، مقاصدِ تحقیق، سابقہ تحقیقات کا جائزہ، طریق و آلاتِ تحقیق کا تعین، مواد کی جمع آوری، مواد کا تجزیہ اور حاصلات و نتائج کی پیشکش جدید منظم تحقیق کے ضروری عناصر ہیں۔ اس لیے تحقیقی رپورٹ (مقالے) میں بھی یہ تمام عناصر اسی ترتیب کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ یوں ایک منظم، باضابطہ اور ثمر آور تحقیق سامنے آتی ہے۔ مواد کی جمع آوری تحقیقی ڈیزائن کا ایک اہم عنصر ہے۔ سماجی علوم کی تحقیقات میں اکثر تحقیقی کائنات (Universe) وسیع ہوتی ہے اس لیے تمام آبادی (Population) سے مواد جمع کرنے کی بجائے 'نمونہ بندی' (Sampling) کا طریقِ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ نمونہ بندی میں وسیع آبادی کی نمائندگی کے لیے ایک خاص تعداد کا نمونہ منتخب کیا جاتا ہے اور اس نمونے کی بنیاد پر نتائج حاصل کر کے اس کا اطلاق پوری آبادی پر کر لیا جاتا ہے۔ نمونہ بندی کا بنیادی نکتہ 'صحیح نمائندگی' ہے لیکن اس کا انحصار موضوع پر ہوتا ہے کہ اس کے لیے امکانی نمونہ بندی کی جائے یا نیم امکانی۔ جدید تحقیق میں دونوں قسم کی نمونہ بندی سے کام لیا جا رہا ہے اور دونوں سے قابلِ اعتماد نتائج حاصل کیے جا رہے ہیں۔

امکانی نمونہ بندی(Probability Sampling)وہ نمونہ بندی ہوتی ہے جس میں آبادی کے ہر جُز کے انتخاب کا امکان برابر ہو۔اس کے ذیل میں سادہ اتفاقی نمونہ بندی(Simple Random Sampling)، منظم اتفاقی نمونہ بندی(Systematic Random Sampling)،طبقاتی نمونہ بندی(Stratified Sampling)، گروہی نمونہ بندی(Cluster Sampling) شامل ہیں۔ دوسرا زُمرہ نیم امکانی نمونہ بندی(Non-Probability Sampling)کا ہے جس میں آبادی کے ہر جُز کے انتخاب کا امکان برابر نہیں ہوتا۔سہولتی نمونہ بندی(Convenience Sampling) ،مقصدی نمونہ بندی(Deliberate/Purposive Sampling) ، پارکھی نمونہ بندی(Judgement Sampling) ،کوٹہ نمونہ بندی(Quota Sampling)،وغیرہ اس زُمرے میں آتے ہیں۔(۷)

نمونہ بندی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے بڑی اور وسیع کائنات / آبادی پر محیط تحقیق کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جاتا ہے۔اس میں یہ پابندی کی جاتی ہے کہ کسی اصول کی پیروی کی جائے اور اس کو کائنات کا زیادہ سے زیادہ نمائندہ بنانے کی کوشش کی جائے۔ عطش درانی کے الفاظ میں "ہمارا مفروضہ یہ ہوتا ہے کہ نمونہ بندی اس طرح سے کر لی گئی ہے کہ یہ پوری آبادی کی نمائندہ ہے اور ہمارے نتائج کم و بیش پوری آبادی پر لاگو ہوں گے۔(۸)

نمونہ بندی کی تکنیک کا استعمال سماجی علوم میں کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بیانیہ تحقیق زیادہ کی جاتی ہے۔ بیانیہ تحقیق کا تعلق حالیہ مسائل اور موضوعات سے ہوتا ہے اس لیے اس کا یونیورس / آبادی عموماً وسیع ہوتی ہے۔وسیع آبادی تک رسائی اور ان سے مطلوبہ مواد کا حصول یا ممکن نہیں ہوتا یا اس کے لیے بہت زیادہ وقت اور وسائل درکار ہوتے ہیں۔اس لیے ایسی تحقیق میں مواد کی جمع آوری کے لیے نمائندہ نمونہ بندی کا سہارا لیا جاتا ہے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ادبی تحقیق میں نمونہ بندی کی کتنی ضرورت اور گنجائش ہے۔تو حقیقت یہ ہے کہ ادبی تحقیق میں بھی کچھ موضوعات وسیع ہوتے ہیں اور ان میں نمونہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ان تحقیقات میں محققین نمونہ بندی کرتے بھی رہے ہیں لیکن اس کے لیے نمونہ بندی کا نام استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی تحقیقی طریقِ کار میں اس کا ذکر یا صراحت کی گئی ہے۔اس حوالے سے ش۔اختر کے الفاظ مسئلے کی وضاحت میں بہت معاون ہیں:

> ادبیات میں بھی اس تکنیک سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔وہ شعری ادب ہو یا افسانوی، ہر صنف میں اس تکنیک کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس تکنیک کی ناواقفیت کی وجہ سے ضروری اطلاعات حاصل نہ کر پائیں۔(۹)

اپنی بات کی وضاحت کے لیے مثال پیش کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں:

> مان لیجیے کہ سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں نسوانی کرداروں کے رویوں سے ہمیں بحث کرنی ہے یا تحقیق کرنی ہے۔ اگر منٹو نے ایک ہزار افسانے لکھے ہیں اور ہر افسانے میں تین نسوانی کردار ہیں تو تین ہزار نسوانی کرداروں کے رویوں کا مطالعہ خاصا دشوار ہو جائے گا۔ اس لیے ہم نمائندہ افسانوں کی روشنی میں ایسے کرداروں کا انتخاب کریں گے جن کے رویوں کے مطالعے کے بعد ہم سعادت حسن منٹو کے نسوانی کرداروں کے رویوں اور سلوک کے متعلق قطعیت کے ساتھ کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔(۱۰)

محترم ش۔ اختر نے ایک ادیب کے کام پر تحقیق کی مثال دی ہے، اس کے علاوہ کسی دور، علاقے، دبستان، تحریک کے ادبیات یا خصوصیات پر تحقیق کرتے ہوئے بھی نمونہ بندی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان موضوعات پر متعلقہ مواد کی وسعت اتنی ہوتی ہے کہ سب تک رسائی بھی ممکن نہیں ہوتی اور نہ ہی سب مواد کا تجزیہ لازمی ہوتا ہے۔ بلکہ محقق جو نمونے اہم سمجھتا ہے انھی کو اپنی تحقیق میں شامل کر لیتا ہے اور درست نتائج تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں ایک نکتہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تحقیقات میں نمونہ بندی کے لیے جو تکنیک اختیار کی جاتی ہے وہ نیم امکانی نمونہ بندی ہے۔ اکثر مثالوں میں مقصدی نمونہ بندی(Deliberate/Purposive Sampling) یا پارکھی نمونہ بندی(Judgement Sampling) کا استعمال کیا گیا ہے۔ مقصدی نمونہ بندی وہ ہے جس میں محقق وہ مواد اٹھاتا ہے جو اس کے مقصد (موضوعِ تحقیق) سے متعلق ہو۔ جس مواد کا اس کے مقصد سے کوئی تعلق نہیں بنتا وہ اس مواد کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح پارکھی نمونہ بندی میں محقق وہ مواد زیرِ استعمال لاتا ہے جو اس کی سمجھ و پرکھ کے مطابق اس کے مسئلے / موضوع کے حل میں مددگار ثابت ہوتا ہو۔ آبادی کے وہ اجزا بھی اس کے ذیل میں آتے ہیں جو موضوع کے حوالے سے مہارت رکھتے ہوں۔ اس قسم کی نمونہ بندی کے لیے Anol Bhattacherjee نے مہارتی نمونہ بندی(Expert Sampling) کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ اس تکنیک کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

> Expert Sampling: Respondents are chosen in a non-random manner based on their expertise on the phenomenon being studied.(11)

علاوہ ازیں اردو تحقیق میں کوٹہ نمونہ بندی کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ جن موضوعات میں کوئی مقدار مقرر کی جاتی ہے وہ کوٹہ نمونہ بندی ہی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کسی محقق نے "اردو سوانح عمریوں میں خارقِ عادت واقعات: منتخب پچاس سوانح

عمریوں کے تناظر میں" کے موضوع پر تحقیق کی ہے تو واضح طور پر اس نے مقصدی نمونہ بندی کی ہے لیکن ساتھ میں اس نے کوٹہ نمونہ بندی بھی کی ہے۔ مقصدی نمونہ بندی اس طرح کہ اس نے ان سوانح عمریوں کو اٹھایا ہے جن میں خارقِ عادت واقعات موجود ہوں۔ اور کوٹہ نمونہ بندی تو تعداد کی پابندی سے ظاہر ہو رہی ہے کہ اس نے خارقِ عادت واقعات والی ساری سوانح عمریاں نہیں اٹھائیں بلکہ ان سے نمونے کے طور پر صرف پچاس سوانح عمریاں ہی منتخب کی ہیں۔

اس مقالے کی تیاری کے لیے ہم نے ایم فل و پی ایچ ڈی اردو کے لیے لکھے جانے والے پچاس مقالات کا مطالعہ کیا۔ یہ مقالات ہائر ایجوکیشن کمیشن کی ویب سائٹ پاکستان ریسرچ ریپوزٹری سے وقتاً فوقتاً حاصل کیے گئے۔ حاصل کردہ مقالات کی کل تعداد ۱۵۰ ہے جن میں سے منظم اتفاقی نمونہ بندی کے ذریعے پچاس مقالات چنے گئے۔ طریق یہ اختیار کیا گیا کہ پہلے تین پرچیاں بنائی گئیں جن پر ایک، دو، تین کے اعداد لکھے ہوئے تھے۔ قرعہ کے ذریعے ان میں سے ایک پرچی نکالی گئی۔ اس پر دو کا عدد لکھا ہوا تھا۔ اس طرح فہرست میں دوسرے نمبر پر موجود مقالہ پہلا مقالہ منتخب ہوا، اس کے بعد ہر تیسرا مقالہ (۲، ۵، ۸، ۱۱۔۔۔) نمونے کے لیے منتخب ہوا۔ ان مقالات کے طریقِ تحقیق کا جائزہ لیا گیا اور ان میں نمونہ بندی کرنے والے مقالات کا تناسب دیکھا گیا۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ محقق نے نمونہ بندی کے طریقِ کار کا جواز اور وضاحت دی ہے یا نہیں۔ اس مطالعے کے نتائج ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

جدول نمبر ۱: نمونہ بندی و غیر نمونہ بندی والے مقالات کی تعداد

نمبر شمار	نمونے کے لیے حاصل کردہ مقالات کی کل تعداد	نمونہ بندی کا استعمال کرنے والے مقالات کی تعداد	نمونہ بندی کی وضاحت اور جواز پیش کرنے والے مقالات کی تعداد	نمونہ بندی کا استعمال نہ کرنے والے مقالات کی تعداد
۱	۵۰	۲۱	کوئی نہیں	۲۹
		۴۲فی صد		۵۸فی صد

جدول نمبر ۲: نمونہ بندی کی استعمال شدہ اقسام

نمبر شمار	نمونے کے لیے حاصل کردہ مقالات کی کل تعداد	نمونہ بندی کا استعمال کرنے والے مقالات کی تعداد	پارکھی / مہارتی نمونہ بندی والے مقالات کی تعداد	مقصدی نمونہ بندی والے مقالات کی تعداد	سہولتی نمونہ بندی والے مقالات کی تعداد
۱	۵۰	۲۱	۰۸	۱۱	۰۲
			۳۸فی صد	۵۲فی صد	۱۰فی صد

منتخب نمونے کے تجزیے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ نصف سے زیادہ مقالات (۲۹) میں نمونہ بندی نہیں کی گئی۔ ان میں سے ۲۵ مقالات میں نمونہ بندی کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ موضوعِ تحقیق کی کائنات / آبادی وسیع نہیں تھی اور محقق نے تمام آبادی سے اپنا تحقیقی مواد اکٹھا کیا تھا۔ لیکن ان مقالات میں سے چار ایسے بھی ہیں جن میں نمونہ بندی کی ضرورت تھی، لیکن نمونہ بندی نہیں کی گئی۔

۲۔ یہ مقالات ۱۹۵۵ء سے لے کر ۲۰۱۳ء تک کے عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی ان میں خاصے پرانے مقالے بھی زیرِ مطالعہ آگئے ہیں اور نئے مقالے بھی (۲۰۰۰ء سے پہلے کے ۱۱ مقالات اور ۲۰۰۰ء کے بعد کے ۳۶ مقالات نمونے میں شامل ہیں۔ تین مقالات کے دستیاب نسخوں پر تاریخ درج نہیں)۔ ۱۹۵۵ء کا مقالہ (اردو ادب میں طنز و مزاح) منتخب نمونے میں قدیم ترین ہے، اس مقالے میں بھی مقصدی نمونہ بندی سے کام لیا گیا ہے۔

۳۔ اکیس (۲۱) مقالات میں نمونہ بندی کی گئی ہے، لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کسی بھی مقالہ نگار نے نمونہ بندی کی اصطلاح استعمال نہیں کی ہے اور نہ اپنے طریقِ نمونہ بندی کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ زیرِ مطالعہ نمونے میں ڈاکٹر عطش درانی (۱۹۹۰ء) کا مقالہ بھی آ گیا ہے۔ اس مقالے میں محقق نے تحقیق کے جدید طریقے پوری وضاحت کے ساتھ برتے ہیں، اور مقالے کے متن میں ہی طریقِ تحقیق بیان کیا ہے۔ مقالے کے صفحہ ۸ اور ۹ پر محقق نے بیانِ مسئلہ، مقصدِ تحقیق، اہمیتِ مطالعہ، طریقِ تحقیق، تحدیدِ تحقیق، تحقیق طلب فرضیے وغیرہ عنوانات دے کر اپنا پورا طرزِ عمل بیان کیا ہے۔[۱۲] چونکہ اس مقالے

میں نمونہ بندی کی ضرورت ہی نہیں تھی، اور محقق نے اپنی پوری کائنات کو تحقیق کا موضوع بنایا ہے، اس لیے اس مقالے میں بھی نمونہ بندی کی اصطلاح استعمال نہیں کی جا سکی۔

۵۔ ان مقالات میں نمونہ بندی کی تین تکنیکیں؛ سہولتی، مقصدی، پارکھی استعمال کی گئی ہیں۔ یہ تینوں تکنیکیں نیم امکانی نمونہ بندی کے ذیل میں آتی ہیں لیکن ان تکنیکوں کا جن موضوعات میں استعمال کیا گیا ہے، وہاں یہ درست اور مناسب ہیں اور تحقیقی طریقِ کار کے مطابق ہیں۔

۶۔ چھے مقالات میں طریق و مقاصدِ تحقیق وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جن میں سے دو میں نمونہ بندی بھی کی گئی ہے۔ لیکن ان میں بھی نمونہ بندی کی اصطلاح اور مستعمل تکنیک کے بارے میں کوئی لفظ نہیں لکھا گیا۔

۷۔ ۱۹۵۵ء میں کی جانے والی تحقیق میں نمونہ بندی جس طرح سے برتی گئی ہے، ۲۰۱۳ء والے مقالات میں بھی اسی طرز کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اردو تحقیق ایک قدم بھی آگے بڑھتی نظر نہیں آئی۔

۸۔ تحقیق کا ہر قدم واضح، مربوط اور بیان شدہ ہو تو وہ تحقیق قابلِ اعتماد، معتبر اور قابلِ اعادہ ہوتی ہے۔ سی۔ آر۔ کوٹھاری کے الفاظ میں:

> Its methodology is made known to all concerned for critical scrutiny and for use in testing the conclusions through replications. (13)

اسی بابت ڈاکٹر شفیق انجم کی رائے بھی یہی ہے کہ "سکالر کو واضح طور پر بتا دینا چاہیے کہ کیا بات اس کے دائرۂ تحقیق میں ہو گی اور کیا نہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔ عام طور پر بغیر کوئی وجہ بتائے مواد منتخب کر لیا جاتا ہے، یا کچھ مواد چھوڑ دیا جاتا ہے، ادوار کی تقسیم کر لی جاتی ہے، یا اہم اور غیر اہم کی بابت فیصلہ سنا دیا جاتا ہے؛ یہ علمی اپروچ نہیں"۔(۱۴) منتخب نمونے کے مقالات ان معیارات پر پورا نہیں اترتے۔

۹۔ محققین کا نمونہ بندی کر کے بھی اس کا ذکر نہ کرنا ایک نکتہ سامنے لاتا ہے کہ انھیں طریقِ تحقیق پڑھاتے ہوئے یہ تکنیک پڑھائی ہی نہیں گئی یا اس پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی، بصورتِ دیگر وہ اپنے طرزِ انتخاب کی ضرور وضاحت کرتے۔

۱۰۔ موجودہ دور میں جس علمی شعبے (ڈسپلن) کا عملی زندگی سے رابطہ ٹوٹ جائے، وہ اپنی اہمیت اور قدر برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اگر لسانی و ادبی تحقیق نے اپنی اہمیت برقرار رکھنی ہے تو اسے اپنا دامن پھیلانا ہو گا۔ اردو تحقیق میں ابھی تک

تاریخی اور دستاویزی تحقیق کا چلن جاری ہے، اور بیانیہ تحقیق(Descriptive Research) مکمل نظر انداز کی جارہی ہے۔ بیانیہ تحقیق 'کیا تھا' کی بجائے 'کیا ہے' اور 'کیا ہونا چاہیے' سے سروکار رکھتی ہے، اردو تحقیق اس سے مزید صرفِ نظر نہیں کرسکتی۔ اور جب تحقیق بیانیہ ہو تو لا محالہ نمونہ بندی کی ضرورت اور زیادہ بڑھے گی۔ اس لیے جامعات کو نمونہ بندی کے طریقوں اور طریقِ استعمال کی تدریس پر توجہ دینی چاہیے۔

مندرجہ بالا نکات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تکنیک ہائے نمونہ بندی کی تدریس کو طریقِ تحقیق (Research Methodology) کے نصاب میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید دور میں تحقیق کار کو تحقیق کے ضروری اور نمایاں مروّج طریقے پڑھانا بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تحقیق کا ہر موضوع اور ہر مسئلہ الگ طریقِ کار کا متقاضی ہوتا ہے۔ اگر محقق کو تحقیق کے طریقوں اور تکنیکوں پر عبور حاصل ہوگا تو وہ پیش آمدہ مسائل سے بہتر طور پر نمٹ سکے گا۔ تحقیق کے دوران کسی بھی مرحلے پر یہ محسوس نہیں ہوگا کہ محقق نے جان چھڑائی ہے اور بھرتی کے نتائج پیش کیے ہیں۔ اس سے تحقیق اپنا اعتبار اور اعتماد بھی بخوبی قائم کرپائے گی۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو میں تحقیقی ڈیزائن کا جائزہ، مشمولہ 'اردو تحقیق (منتخب مقالات)' مرتبہ ڈاکٹر عطش درانی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۰

۲۔ عامر سہیل، ادبی تحقیق: مسائل اور رفتار، مشمولہ 'اردو تحقیق (منتخب مقالات)'، ص ۹۴

۳۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، اردو تحقیق کے پیراڈائم پر ایک نظر: سماجی سائنسوں کے پیراڈائم کی روشنی میں، مشمولہ 'مقالاتِ عالمی اردو کانفرنس (اعلیٰ تعلیم: تحقیقی و تدریسی مسائل اور ان کا حل)' مرتبہ بادشاہ منیر بخاری، شعبۂ اردو، جامعہ پشاور، پشاور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۰۔۱۱۱

۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو زبان کی تحقیقی اور ترقیاتی وسعتیں، مشمولہ 'اردو تحقیق (منتخب مقالات)، ص ۳۵

۵۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، ادبی تحقیق کے اصول، صریر پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۱۱

۶۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، اعلیٰ تعلیم: تدریسی اور تحقیقی مسائل۔کچھ معروضات، مشمولہ 'مقالاتِ عالمی اردو کانفرنس (اعلیٰ تعلیم: تحقیقی و تدریسی مسائل اور ان کا حل)' مرتبہ بادشاہ منیر بخاری، ص ص ۳۳۴-۳۳۵

7. Kothari, C.R., *Research Methodology- Methods and Techniques*, 2nd Edition, New Age International Publishers, New Delhi, 2004, p. 15

۸۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اصولِ ادبی تحقیق (تکنیکی امور)، نذیر سنز ایجوکیشنل پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱۰

۹۔ ش۔ اختر، تحقیق کے طریقہ کار، مشمولہ 'اردو میں اصولِ تحقیق (حصہ اول)' مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اردو اکیڈمی، لاہور، بار دوم ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۰۵

11. Bhattacherjee, *Anol, Social Science Research-Principles, Methods and Practices*, Textbooks Collection, Book 3. 2012, p. 69

۱۲۔ عطاء اللہ خان عطش درانی، اردو میں اصطلاحات سازی کی کوششوں کا جائزہ (مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی)، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ص ۸۔۹

13. Kothari, C.R., *Research Methodology– Methods and Techniques*, P. 09

۱۴۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، قواعدِ تحقیق و تدوین، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵۰

References in Roman Script:

1. Atsh Durrani, Dr., Urdu mai Tehqeeqi Design ka Jayeza, mashmoola '*Urdu Tehqeeq (Muntakhab Maqalat)*' murattaba Dr. Atsh Durrani, Muqtadira Qaumi Zuban, Islamabad, 2003, p. 120
2. Aamir Sohail, Adabi Tehqeeq: Masayil aur Raftar, mashmoola '*Urdu Tehqeeq (Muntakhab Maqalat)*', p. 94
3. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Urdu Tehqeeq ke Paradigm par Aik Nazar: Samaji Scienso ke Pardigm ki Roshni mai, mashmoola '*Maqalat e Aalami Urdu Conference (Aala Taaleem: Tehqeeqi w Tadreesi Masayil aur Un ka Hal*), murattaba Badshah Munir Bukhari, Shoba e Urdu, University of Peshawar, Peshawar, 2009, pp. 110-111
4. Atsh Durrani, Dr., Urdu Zuban ki Tehqeeqi aur Taraqqiyati Wusaten, mashmoola '*Urdu Tehqeeq (Muntakhab Maqalat*), p. 35
5. Tabassum Kashmiri, Dr., *Adabi Tehqeeq ke Usool*, Sareer Publications, Lahore, 2020, p. 11
6. Javed Iqbal, Dr., Aala Taaleem: Tadreesi aur Tehqeeqi Masayil- Kuch Maaroozat, mashmoola '*Maqalat e Aalami Urdu Conference (Aala Taaleem: Tehqeeqi w Tadreesi Masayil aur Un ka Hal*), murattaba Badshah Munir Bukhari, pp. 334-335
7. Kothari, C.R., *Research Methodology- Methods and Techniques*, 2nd Edition, New Age International Publishers, New Delhi, 2004, p. 15
8. Atsh Durrani, Dr., *Usool e Adabi Tehqeeq (Tekniki Umoor)*, Nazeer Sons Educational Publishers, Lahore, 2011, p. 210
9. Sheen Akhtar, Tehqeeq ke Tariqa e Kar, mashmoola '*Urdu mai Usool e Tehqeeq (Hissa Awwal)*' murattaba Dr. M. Sultana Bakhsh, Urdu Academy, Lahore, 2nd Edition, 2012, p. 107
10. Ibid, p. 105
11. Bhattacherjee, Anol, *Social Science Research-Principles, Methods and Practices*, Textbooks Collection, Book 3., 2012, p. 69
12. Attaullah Khan Atsh Durrani, *Urdu mai Istelahat Sazi ki Koshisho ka Jayeza* (Ph. D Dissertation), Punjab University Oriental College, Lahore, 1990, pp. 8-9
13. Kothari, C.R., *Research Methodology- Methods and Techniques*, p. 09
14. Shafiq Anjum, Dr., *Qawaid e Tehqeeq w Tadween*, Poorab Academy, Islamabad, 2015, p. 50.